

## قبرستانوں پر توجہ دیجئے!

فیصل آباد جانے کا گزشتہ کئی برسوں سے محض ایک بڑا مقصد رہ گیا ہے کہ والدین کی قبر پر فاتحہ پڑھ سکوں۔ شائد صرف یہی مقصد اس شہر کی جانب کھنچتا ہے۔ کوشش ہوتی ہے کہ جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے، خاموشی سے شہر خموشاں میں دعا پڑھ کر لا ہو رکی جانب نکلوں۔ نجح صاحب دودھائیاں پہلے ایک دم جہان فانی سے چلے گئے اور والدہ محض چند برس پہلے۔ یہ قبریں ویسے تو خاک میں ہیں مگر اصل میں میرے دل پر بنی ہوئی ہیں۔ زندگی کی اٹل اور مستقل حقیقت موت ہے۔ زندگی ختم ہونے کے بعد تدقین ہے اور مٹی کا ایک ڈھیر ہے۔ روایتی طور پر یہ تمام خاموش قبریں قبرستان میں واقع ہوتی ہیں۔ جس خاک کا میں قیدی ہوں، وہ جگہ راجہ والا فیصل آباد سے متصل قبرستان ہے۔ اسکے بالکل ساتھ ایک بہت بڑا مزار ہے۔ اس وقت نام یاد نہیں۔ مگر مزار ایک بزرگ کے نام سے شہرت یافتہ ہے۔ اسکے سامنے ان گنت دکانیں ہیں۔ جن میں کار و باری زندگی اس طرح جاری ہے کہ دائم یہیں رہنا ہے۔ کبھی کبھی دیکھتا ہوں تو مزار کے سامنے میلہ سالگا ہوتا ہے۔ بلند آواز میں گانے بھی لگے ہوتے ہیں اور شور و غوغہ کی انتہا ہوتی ہے۔ کوئی یہیں سوچتا کہ ہزاروں لوگ صرف چند گز کے فاصلہ پر ابدی نیند سور ہے ہیں۔ اسکی بھی فکر نہیں ہوتی کہ قبرستان کا ایک مخصوص احترام ہوتا ہے، جو ہر ایک پر لازم ہے۔ ساری صورتحال کو کافی عرصے سے دیکھ کر آج ضبط تحریر اسیلے کر رہا ہوں کہ یہ ایک انتہائی اہم نکتہ ہے۔ دوسرا بات یہ کہ اس عنوان پر بہت کم لوگ لکھتے ہیں۔ شائد لکھاریوں کیلئے اس طرح کے خاموش موضوع بالکل اہم نہیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہم لوگوں کو اپنے قبرستانوں پر بہت توجہ دینی چاہیے۔ انہیں بہت بہتر اور خوبصورت بنانا چاہیے۔ صرف دوسروں کیلئے نہیں بلکہ اپنے لیے بھی۔

بہت عرصہ پہلے، سو یہ دن پہلی بار گیا تو چند مقامی انگریزوں کے ساتھ وقت گزارا۔ حیرت انگیز حد تک ایماندا را اور صاف گو لوگ۔ ایک دن فرمائش کی کہ ٹیک ہوم کا عجائب گھر اور تاریخی مقامات تو دیکھ لیے۔ شہر کا قبرستان دیکھنا چاہتا ہوں۔ وجہ صرف یہ کہ طالب علم کی نظر میں کسی بھی قوم کی ڈھنی پختگی میں ایک جزو یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے قبرستانوں کو کس طرح رکھتی ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک دیکھ چکا ہوں۔ مہذب اور غیر مہذب، ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ملکوں میں جو ہری فرق اسکے "شہر خموشاں" کی ترتیب سے معلوم ہو جاتا ہے۔ غیر متوقع فرمائش سنکر سو یہ دوست قدرے ہیران رہ گئے۔ مگر انہوں نے انکار نہیں کیا۔ گاڑی میں دس پندرہ منٹ کی مسافت کے بعد ایک مقامی قبرستان آگیا۔ یقین فرمائیے۔ سب سے پہلے تو یقین ہی نہیں آیا کہ یہ واقعی قبرستان ہے۔ قطعہ، ہمارے بہترین باغات سے بھی بہتر تھا۔ شاذ اربزہ جو کہ تراشا ہوا بھی تھا۔ دیدہ زیب درخت اور ترتیب میں مسافروں کی لحدیں۔ ایسے لگتا تھا کہ کوئی خوبصورت تصویر دیکھ رہا ہوں۔ اگر کسی کو نہ بتایا جائے کہ یہ "جائے آخر" ہے تو عام آدمی یہی سمجھے گا کہ یہ کوئی بہترین طرز کا باغچہ یالاں ہے۔ دل، ہی دل میں اہل قیور کیلئے دعا پڑھی۔ تھوڑا سا وقت گزارا اور اپنے مقامی دوستوں کے ساتھ واپس آگیا۔ بہت دریتک سوچتا رہا کہ چلو، اس ملک نے کمال دنیاوی ترقی تو کی ہی ہے مگر بچھڑے ہوئے لوگوں کی اس درجہ اعلیٰ دیکھ بھال! گھری سوچ میں دیکھ کر دوست اور انکے اہل خانہ نے بتایا کہ مقامی قبرستان کو صحیح حالت میں رکھنا مقامی لوکل کوسل کی ذمہ داری ہے۔ یہ سب کچھ انہائی محنت سے کیا جاتا ہے۔ خیال آیا کہ یہ لوگ

تو مسلمان نہیں۔ ان پر تودین کے حساب سے قبرستانوں کا احترام لازم نہیں۔ پھر یہ سب کچھ کیسے اور کیوں۔ سو یہ دن تو سیکولر ملک ہے۔ مگر صاحب نہیں، رو یوں کا تعلق تعلیم، تہذیب اور قومی شاسترگی سے ہے۔ بہر حال یہ ایک طویل بحث ہے کہ رو یہ کیسے مرتب ہوتے ہیں اور قومی رو یہ کس امر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ بہر حال طالب علم، شاک ہوم کے قبرستان کی بہترین دیکھ بھال سے از حد متأثر ہوا۔ یہ بھی سوچنا شروع کیا کہ ہم اتنے غافل کیوں ہیں کہ جہاں اپنے پیاروں کو احترام سے فرن کرتے ہیں، ان جگہوں کو بہتر حالت میں کیونکر نہیں لاتے۔ دنیاوی معاملات تو ایک طرف، اپنے عظیم ترین دین کے احکامات کو بھی اس معاملہ میں کیسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اپنے ہی سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ بلکہ اب تو ایسے لگتا ہے کہ کسی بھی سوال کا کوئی جواب نہیں۔

ملک میں قبرستانوں کی حالت زار دیکھتا ہوں تو دل دکھتا نہیں بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ ویسے گلہ شائد مناسب نہیں۔ جہاں اکثریت زندہ انسانوں کو جانور کی سطح پر کھا گیا ہو، وہاں مرنے کے بعد انکے حقوق کا کون خیال کریگا۔ کسی اور جگہ کی بات نہیں کرتا۔ فیصل آباد میں اس شہرِ خموشان کا ذکر کروں گا جہاں میری عزیز ترین ہستیاں مٹی کی چادر اوڑھے میٹھی نیند سورہی ہیں۔ پورے قطعہ میں قبروں کی کسی قسم کی کوئی ترتیب نہیں ہے۔ جہاں بھی بالشت بھرخالی جگہ ملتی ہے، قبر بنا دی جاتی ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ قبریں ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی ہیں۔ آپ ایک لحد کے سامنے فاتحہ پڑھ رہے ہوتے ہیں، تو دیکھنے پر پتہ چلتا ہے کہ آپ کسی دوسری قبر پر کھڑے ہوئے ہیں۔ یعنی مکمل بے ترتیبی اور غیر تہذیب طریقے سے مٹی کے ڈھیر بنے ہوئے ہیں۔ خیر یہ ترتیبی اور غیر شاسترگی ہمارے مجموعی قومی کردار میں بھی صاف طریقے سے دیکھی جاسکتی ہے۔ مگر قبرستانوں میں یہ عروج پر موجود ہے۔ شائد ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زندگی سے محروم لوگ احتجاج نہیں کر سکتے۔ بول نہیں سکتے۔ شکایت نہیں کر سکتے۔ بہر حال فیصل آباد کا یہ قبرستان بے ترتیبی کا نمونہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ ان جگہوں پر جانور کثرت سے پھر رہے ہوتے ہیں۔ ہر طرح کے بلکہ ہر جسمات کے جانور خراماں خراماں بڑے آرام سے چھل قدی کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ "فراغت" کیلئے قبروں کو بلا روک ٹوک استعمال کرتے ہیں۔ ہر طرف گندگی اور غلااظت پھیلاتے ہیں۔ کئی کئی ہفتے بلکہ مہینوں تک صفائی کیلئے کوئی موجود نہیں ہوتا۔ گور کن کیلئے تو قبریں آدمی کا ذریعہ ہیں۔ وہ آدمی کا سماجی مقام دیکھ کر قبروں پر محنت کرتا ہے۔ وارث اسے جیسے ہی کچھ پسیے دیتے ہیں، وہ فوری طور پر مخصوص قبر پر پانی کا چھڑکا و شروع کر دیتا ہے۔ اردو گرد صفائی کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ کوئی ہٹھنی بھی تعویز کی جگہ لگادیتا ہے۔ اگر لواحقین پسیے نہ دے پائیں تو انکو یہ "جعلی قسم کی مستعدی" نہیں ملتی۔ اگر فاتحہ خانی کیلئے اہل خانہ لمبے عرصے کیلئے نہیں آتے تو قبر کو ہی ختم کر دیا جاتا ہے۔ بڑے شہروں کے قبرستانوں میں کیونکہ جگہ بہت کم ہے لہذا ایک قبر پر لا تعداد تباہیں کر دی جاتی ہیں۔ لاہور کا میانی صاحب قبرستان اسکی ایک زندہ مثال ہے۔ کوئی نئی بات نہیں لکھ رہا۔ تمام حقائق ہر ایک کے علم میں ہیں۔ مگر کسی کی بھی خاص توجہ اس طرف نہیں ہے۔

بڑے بھائی، منور کی تدفین سے پہلے جن دکھ بھرے مراحل سے گزرنا پڑا۔ عرض نہیں کر سکتا۔ انکا انتقال واپڈاٹاؤں لاہور میں ہوا۔ معلوم ہوا کہ اس ٹاؤن میں ایک دفتر ہے جہاں ایک ریٹائرڈ افسر بیٹھتا ہے۔ وہ ٹاؤن کے قبرستان میں تدفین کی باقاعدہ اجازت دیتا ہے۔ منور بھائی کی قبر کیلئے فون کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مرحوم کے نام واپڈاٹاؤں میں جو جائیداد ہے، اسکا ثبوت مہیا کریں۔ بھائی کا پائچ

مر لے کا پلاٹ تھا۔ جو والدہ نے لیکر دیا تھا۔ تصور کریں کہ گھر میں لاش موجود ہوا اور آپ جائیداد کے کاغذات تلاش کر کے فوٹو کا پیار مہیا کر رہے ہوں۔ اس افسر کو عرض کی کہ کاغذ ہم آپ کو اگلے دن مہیا کر دینے، تو انہوں نے اپنا موبائل فون بند کر دیا۔ یعنی اب ان سے رابطہ ہی ممکن نہیں تھا۔ خیر اظہر بھائی اور شجاع نے جیسے تیسے دفتر سے منظوری لی، پھر تدقین ہوئی۔ جب میری پوسٹنگ واپڈا میں ہوئی تو ایک دن وہی صاحب میرے دفتر تشریف لائے۔ کہنے گے کہ آج تک کسی کا کام نہیں روکا۔ ہمیشہ خلقِ خدا کی خدمت کی ہے۔ میں نے بہت ضبط کیا۔ مگر آخر میں تہذیب سے عرض کی کہ جناب میرے بڑے بھائی کی لاش گھر میں موجود تھی اور آپ نے اپنا فون ہی بند کر دیا تھا۔ بات سنکروہ صاحب اُٹھے، انکا چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ ہکلاتے ہوئے کچھ کہنے لگے۔ میں، انہیں دروازے تک چھوڑنے گیا۔ موصوف اسکے بعد کبھی میرے پاس تشریف نہیں لائے۔ خیر ہم لوگ، دوسرے لوگوں کیلئے مشکلات کھڑی کرنے کیلئے پیدا ہوئے ہیں۔ جسکے ہاتھ میں جو بھی اختیار ہے۔ وہ اسے لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کیلئے استعمال نہیں کرتا۔ بلکہ ہر دم، ہر پل عام آدمی کیلئے نئے مصائب پیدا کرتا ہے۔ یہ شخصی نہیں بلکہ قومی و طیرہ ہے۔ دیکھیے، مرنانا تو ہر ایک نے ہے۔ امیر ہو یا غریب، موت سے تو کسی کو بھی مفر نہیں۔ مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ جتنی توجہ اور پیسہ ہم شاہراوں اور دیگر ضروریات پر خرچ کرتے ہیں اسکا صرف ایک یا آدھا فیصد مقامی قبرستانوں کی دیکھ بھال کیلئے خرچ کریں۔ کیا پاکستان میں تمام قبرستانوں کے ارد گرد چار دیواری ہے۔ جواب نفی میں ہے۔ کسی گاؤں، قصبے یا شہر میں چلے جائیے۔ آپ کو چار دیواری کے بغیر ان گنت "شہرِ خموش" نظر آئیں گے۔ انکا کوئی والی وارث نہیں۔ بہت کم مقامات پر چار دیواری اور بہتر لوازمات ہیں۔ جب یہ مسئلہ ہر شہر، قصبہ اور گاؤں کا ہے، تو کیوں اس اہم نکتہ پر توجہ نہیں دی جاتی۔ کیوں ایسا قانون منظور نہیں ہوتا جو قبرستانوں میں ایک نظم و ضبط سے آخری رسومات ادا کرنے پر مجبور کرے۔ بے ترتیبی کیوں رہے۔ جانوروں کو شہرِ خموش سے کیسے باہر نکالا جائے۔ اور ہاں، وہاں موجود نشیات فروشی کو کیسے ختم کیا جائے۔ لگتا یہ ہے کہ ہمیں یقین ہے کہ ہم نے تو کبھی مرنانا نہیں۔ ہمیشہ زندہ رہنا ہے۔ لہذا ہمیں قبرستانوں کو بہتر بنانے کی کیا ضرورت ہے! مرنے اور دفن والے کوئی اور ہیں۔ بھلا ہمارا موت سے کیا تعلق!

راوِ منظر حیات